

داں وہ غرورِ عز و ناز، یاں یہ حجابِ پاس و صنع
 راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں؟
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
 جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جاؤ کیوں؟
 غالبِ خستہ کے بغیر، کون سے کام بند ہیں؟
 روئے زار زار کیا؟ کیجیے ہاے ہاے کیوں؟
 دکھائے۔ بہادر
 شاہ ظفر نے
 مرزا غالب سے
 فرمائش کی کہ کوئی
 ایسی غزل کہی
 جائے، جس پر
 مصرع لگانا دشوار
 بلکہ ناممکن ہو۔
 چنانچہ مرزا غالب

نے یہ غزل کہی اور مرزا نور الدین نے "ادنیٰ غور و تامل میں کمالِ عجلت سے
 محسّس تیار کر کے پڑھ دیا اور سب حضار دربار والا نے نہایت پسند کیا۔ حضور نے
 پانچ دفعہ اس محسّس کو پڑھوایا اور بہت خوش ہوئے۔"

مرزا نور الدین کا محسّس سامنے نہیں کہ اندازہ کیا جاسکے، وہ کیسا تھا۔
 درباریوں اور بہادر شاہ کی پسندیدگی یا خوشنودی کوئی معیار نہیں۔ مرزا نور الدین
 شاہی خاندان کے فرد تھے، اس لیے سب انھیں شہزادہ سمجھ کر اندھا دھند
 ستائش کرتے تھے اور بہادر شاہ ظفر کے اسلوبِ کلام سے بھی واضح ہے کہ
 ان کا ذوق کس قسم کا تھا۔

شرح : ہمارے پہلو میں دل ہی تو ہے، ہوتا نے اور دکھ دینے
 سے الم زدہ ہو جاتا ہے، اینٹ اور پتھر تو نہیں کہ اس پر کچھ اثر نہ ہو۔ اگر
 ہمیں دکھ پہنچے گا تو ہزار بار روئیں گے۔ یہ بتاؤ کہ کسی کو ہمیں دکھ دینے
 کا کیا حق ہے؟

شعر کی وضع و سیاق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبوب ستم زدہ عاشق سے
 کہ رہا ہے، ہم ضرور ظلم و ستم جاری رکھیں گے۔ تمہیں ہرگز رونا نہ چاہیئے